سلطان الاولیا، امام کبیر حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ

کی حیات و تعلیمات پر مشتمل تحریر

تذکرہ امام رفاعی

تالیف:

ناصر منیری

ناشر:

منیری فاؤنڈیشن، دہلی

رابطہ نمبر:8178180399،9654812767

ای-میل:nasirmaneri92@gmail.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : **تذکرہ امام رفاعی**

(امام رفاعی رحمہ اللہ کی حیات و تعلیمات کے درخشاں نقوش)

تالیف : **ناصر منیری**

پروف ریڈنگ: منیری

کمپوزنگ : منیری

اشاعت : جمادی الاولیٰ 1440ھ / جنوری 2019ء بموقع عرس پاک

صفحات : 80

ناشر : **منیری فاؤنڈیشن**، تغلق آباد (نئی دہلی)

Book : Tazkira Imam Rifai

(Hazrat Imam Rifai AlaihirRahmah Ki Hayaat O Taaleemaat Ka Tazkira)

Author : Nasir Maneri

Publisher: Maneri Foundation, Delhi

Cell: 9654812767, 8178180399, 7499340533

Email: nasirmaneri92@gmail.com

فہرست مضامین

نمبر	مضامین	صفحہ
1	ابتدائیہ	7
2	نام ونسب	10
3	ولادت باسعادت	11
4	تعلیم وتربیت	12
5	بیعت وخلافت	17
6	کردار وسیرت	18
7	مجاہدہ وریاضت	27

8	رشد و ہدایت	29
9	تصنیفات و تالیفات	30
10	ولایت و کرامت	31
11	(1)دستِ رسول ﷺ کا بوسہ	32
12	(2)بحر محیط کی سیر	45
13	(3)عشق کی آگ	48
14	(4) تعویذ کی کرامت	49
15	(5)مرید کو جہنم سے چھٹکارا	50
16	ارشادات و تعلیمات	51
17	(1)شانِ الوہیت	51

18	(2)شانِ رسالت	52
19	(3)شانِ صحابہ	53
20	(4)شانِ اہلِ بیت	54
21	(5)شانَ اولیا	55
22	(6)اتباعِ سنت	55
23	(7)علماکی صحبت	57
24	(8)مسلمانوں کونصیحت	57
25	(9)موت کویادرکھنے کی تاکید	58
26	(10) خوفِ خداکادرس	59
27	(11) غضبِ الٰہی سے بچنے کی نصیحت	61

28	(12)تصوف کی حقیقت	61
29	(13)صوفیہ کی اقسام	63
30	(14)راہِ صوفیہ و علما کی انتہا	65
31	(15)اسلام کو صوفیہ و علما کی ضرورت	66
32	بعض قیمتی ارشادات	68
33	وصال پر ملال	70
34	مصادر و مراجع	71

باسمہ وحمدہ تعالیٰ

ابتدائیہ

چھٹی صدی ہجری میں جن بزرگان دین نے اپنی ذاتِ بابرکات سے ایک عالم کو فیض پہنچایا، اور بندگانِ خدا کی رَہ بری ورَہ نمائی کی، اُن میں ایک بڑا نام سلطان الاولیا حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ آپ کی پوری زندگی خلقِ خدا کی خدمت کرنے اور مخلوق کو ہر طریقے سے فیض وفائدہ پہنچانے میں گذری ہے۔ سیرت و کردار میں آپ اپنے جدامجد سرکارِ دوعالم ﷺ کے کامل نمونہ تھے۔ سنت وشریعت کی

اسی پیروی نے آپ کو اپنے زمانے ہی میں شہرت وعظمت کی اعلیٰ بلندیوں پر فائز کر دیا تھا۔ مؤرخین نے آپ کی شخصیت پر بہت کچھ لکھا ہے، اور اَرباب فکرو قلم نے آپ کے فضائل ومناقب بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

مجدد وقت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "آپ معرفت الٰہی میں پائیدار پہاڑ کی مانند تھے، عظیم ترین سردار تھے، بہت بڑے ولی اور سنتوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا بحر بے کنار تھے۔ آپ اولیاء اللہ اور گروہِ صوفیہ کے ایسے مستند سردار تھے جن کی ذات پر طریقت کا خاتمہ ہوتا ہے، جن کی عظمت پر علما واولیا کا اجماع واقع ہے۔ آپ کے تمام معاصر اولیا نے آپ کی سربراہی اور تقدم کا اعتراف کیا ہے۔ آپ کے زمانے کے اکابر مشائخ نے آپ کے پرچم رشد وہدایت کے نیچے راہ سلوک طے کیا ہے۔ آپ نبی کریم ﷺ کی

سنت پر پختگی کے ساتھ کاربند اور ان کی اتباع میں خوب راسخ قدم تھے۔"(1)

غوث اعظم حضرت عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نزدیک" آپ کا اخلاق سر تا پا شریعت اور قرآن و سنت کے عین مطابق تھا، آپ کا دل اللہ رب العزت کے ساتھ مشغول تھا اور آپ نے رضائے رب الانام کی خاطر کائنات کو چھوڑ کر خالق کائنات کو پالیا تھا۔"(2) شیخ کبیر حضرت ابراہیم ہوازنی رحمہ اللہ کے بقول" آپ کے جسم کا ہر بال ایک آنکھ بن چکا تھا، جس کے ذریعے وہ دائیں بائیں، مشرق و مغرب ہر سمت دیکھ لیتے تھے۔"(3) اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کے مطابق" آپ کا شمار ان چار اقطاب میں ہوتا ہے، جو تمام اقطاب میں اعلیٰ و ممتاز گنے جاتے ہیں، حضرت غوث اعظم، حضرت احمد کبیر رفاعی، حضرت احمد کبیر بدوی اور حضرت ابراہیم دسوقی رحمھم اللہ تعالیٰ۔(4) علامہ تادمانی رحمہ اللہ کے بقول" ممالک اسلامیہ میں کوئی جگہ ایسی نہیں تھی

کہ جہاں آپ کی خانقاہ نہ ہو۔"(5) ذیل میں آپ کی حیات و تعلیمات کے درخشاں پہلوؤں پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

نام ونسب:

آپ کا مبارک نام احمد، کنیت ابو عباس اور لقب محی الدین ہے۔ جدامجد حضرت حسن اصغر ہاشمی مکی معروف بہ رفاعہ رحمہ اللہ کی مناسبت سے رفاعی کہلاتے ہیں۔ والد ماجد کی جانب سے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک اور والدہ ماجدہ کے طریق سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ بلند درجات اور اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے معتقدین کے نزدیک سلطان الاولیاء اور شیخ کبیر سے مشہور و معروف ہیں، جب کہ مسلکاً شافعی المذہب ہیں۔ آپ کا پدری شجرۂ نسب یہ ہے:

حضرت سید احمد کبیر ،بن سید علی، بن سید حسن رفاعی مکی الا شبیلی،بن سید احمد اکبر صالح ،بن سید موسی ثانی ،بن سید ابراھیم مرتضی، بن امام موسی کاظم، بن امام جعفر صادق ، بن امام محمد باقر ،بن امام زین العابدین، بن امام حسین ،بن امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجھہ و رضی اللہ عنھم اجمعین۔(6)

آپ کے متعلق دائرۃ المعارف نے یوں لکھاہے:

"Al-Rifa`i (1118–1182, full name Ahmad ibn `Ali ar-Rifa`i was the founder of the Rifa`i Sufi order."(7)

ترجمہ:(امام)رفاعی(م:1118ء–ف:1182ء)کا پورا نام احمد ابن علی رفاعی ہے، آپ سلسلہ رفاعیہ کے بانی ہیں۔

ولادت باسعادت:

آپ کی پیدائش 15 رجب المرجب 512ھ بمطابق یکم نومبر 1118ء کو بروز جمعرات، عباسی خلیفہ مسترشد باللہ کے زمانہ خلافت میں مقام اُم عبیدہ کے حسن نامی ایک قصبے میں ہوئی۔ اُم عبیدہ علاقہ بطائح میں واسط وبصرہ کے درمیان واقع ہے۔(8)

ولادت کے تعلق سے دائرۃ المعارف میں یوں مذکور ہے:

"Shaikh Ahmed er-Rifai was born in Hasen Region of Wasit, Iraq, during the first half of Recep of lunar months."(9)

ترجمہ: حضرت احمد رفاعی عراق کے شہر واسط کے قصبہ حسن میں ماہ رجب کے نصف اول میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

سات سال کی صغر سنی میں ہی آپ کے والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کی وجہ سے آپ کے ماموں حضرت منصور بطائحی رحمہ اللہ کی آغوشِ تربیت میں آپ کی نشوو نما ہوئی، جہاں آپ کو زیورِ تعلیم و تربیت سے آراستہ ہونے کا بہترین موقع ملا۔ پھر آپ کی تعلیم وترتیب کے اُمور حضرت ابوالفضل واسطی رحمہ اللہ کے سپرد ہو گئے، جن کی کامل سرپرستی میں آپ کو جہانِ فقہ وتصوف کی سیر کی سعادت نصیب ہوئی، اور ان کے پاس سے آپ کندن بن کرنکلے۔آپ نے قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حضرت عبد السمیع حربونی کی بارگاہ سے حاصل کی۔ پھر جب تربیت و تعلیم کے اُمور حضرت ابوالفضل واسطی رحمہ اللہ کے حوالے ہو گئے، اس وقت آپ نے عقلی و نقلی علوم میں ماہرانہ کمال پیدا کیا، اور فضل وکمال کی ہرشاخ پر اپنا آشیانہ بنایا۔ آپ کی عمر کی بیس سال تھی کہ اُستاذ و مرشد حضرت واسطی نے جملہ علوم

شریعت وطریقت کی اجازتِ عام عطا فرمادی، اور ساتھ ہی خرقہ پوشی کر کے خلعتِ خلافت سے بھی نواز دیا۔ تاہم آپ نے تحصیل علم کے تسلسل کو برقرار رکھا، اور پوری ذمہ داری و مستعدی کے ساتھ حضرت ابوبکر واسطی کے حلقہ دروس سے خود کو وابستہ رکھا، اور علم شریعت سے پورے طور سے آسودہ ہو کر وہاں سے اُٹھے۔ نیز فقہ کے غوامض ودقائق کی تحصیل اپنے ماموں حضرت منصور بطائحی کے ہاتھوں مکمل کر کے اُن سے اجازت وصول کی۔ آپ کے مشفق و مہربان اساتذۂ کرام میں حضرت منصور بطائحی، حضرت عبدالسمیع حربونی، حضرت ابوالفضل واسطی، حضرت ابوالفتح محمد بن عبد الباقی، حضرت محمد بن عبد السمیع ہاشمی، حضرت ابوبکر واسطی اور عارف باللہ حضرت الملک بن حسین حربونی وغیرہ کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔(10)

آپ کی تعلیم وتربیت کے متعلق دائرۃ المعارف یوں رقم طراز ہے:

"He learnt Quran from Shaikh Abd üs-Semi el-Hurbuni in Hasen, his birthplace. He committed to memorizing the whole of the Quran at the age of seven. During the same year after the death of his father, his uncle Mansur el-Betaihi transferred him and his family to Dikla region. There, his uncle send him to Ebul Fadl Ali el-Vasiti who was an expert in the canon law of Islam, a commentator on the Quran and a preacher.

On the other hand, when he was attending dhikr meetings of his uncle Shaikh Mansur er-Rabbani, he was also attending the courses of his other uncle Shaikh Ebubekir who was a major scientific figure at the time. He memorized the book "Tenbih" concerning Fikh (Muslim canonical jurisprudence) of Imam

Shafi which belongs to Imam Ebu Ishak Sirazi. He also wrote an explanation about such book (this explanation was lost during the Mongul invasions however)." (11)

ترجمہ: آپ نے قرآن کریم کی تعلیم اپنے وطن "حسن" میں ہی حضرت عبد السمیع حربونی سے حاصل کی۔ سات سال کی عمر میں آپ کو مکمل قرآن مجید حفظ کرا دیا گیا۔ اسی دوران آپ کے والد کے انتقال کے بعد آپ کے ماموں جان (حضرت) منصور بطائحی نے آپ کو آپ کے کنبے کے ساتھ موضع دکلا لے آئے۔ وہاں آپ کے ماموں جان نے آپ کو (حضرت) ابوالفضل علی واسطی (رحمہ اللہ) کے پاس بھیجا، جو عظیم فقیہ، مفسر اور داعی تھے۔

دوسری جانب جب آپ اپنے ماموں جان حضرت منصور ربانی (بطائحی) کی مجلس ذکر میں شرکت رتے تھے، وہیں آپ اپنے دوسرے

ماموں حضرت ابو بکر (رحمہ اللہ) کے درس میں بھی شامل ہوتے تھے، جو اپنے وقت کے عظیم علمی شخصیت تھے۔ آپ نے فقہ شافعی پر مشتمل امام شیرازی کی کتاب "تنبیہ" کو یاد کر لیا تھا نیز آپ نے اس کی ایک شرح بھی لکھی تھی (یہ شرح بغداد میں تاتاری حملے کے دوران ضایع ہو گئی)

بیعت و خلافت:

جس وقت آپ کے ماموں جان حضرت منصور بطائحی کو اپنے وصال کا اندازہ ہوا تو انھوں نے آپ کو بلوا کر شیخ الشیوخ کی اَمانت اور اپنے خاص وظائف کی ذمہ داری نبھانے کا عہد لیا، اور آپ کو مسند سجادگی اور منصب ارشاد پر فائز فرمادیا۔ امام رفاعی نے اس قدر تحصیل علم کیا کہ آپ بیک وقت عالم وفقیہ بھی تھے، قاری و مجود بھی، مفسر و محدث بھی تھے اور دین کی اعلیٰ قدروں کی نشرواشاعت کرنے

والے عظیم مجاہد بھی۔ فقہ میں آپ امام شافعی کے مذہب کے مقلد تھے۔ (12)

اجازت و خلافت کے تعلق سے دائرۃ المعارف میں یوں مذکور ہے:

"When he was twenty, Ebu Fadl Ali, the Sheikh of Wasit province and his teacher, awarded him a "Sehadetname" (which represented writings of evidences including canonical law and order of dervish sciences), and a nickname that was the father of external and interior sciences, and also dressed him in his own dervish's cloak." (13)

ترجمہ: جب آپ بیس سال کے تھے تو آپ کے استاذ اور شہر باسط کے شیخ (حضرت) ابوالفضل علی (واسطی رحمہ اللہ) نے آپ کو اجازت نامہ عطا فرمایا (جس میں علوم فقہ و تصوف کی اجازت و شہادت مرقوم تھی) اور آپ کو "ماہر

علوم عقلیہ و نقلیہ" کا خطاب دیا۔ نیز آپ کو درویشانہ لباس (خرقۂ خلافت) بھی پہنایا۔

کردار و سیرت:

سیرت و کردار میں آپ اپنے جد امجد سرکارِ دوعالم ﷺ کے کامل نمونہ تھے۔ سنت و شریعت کی اسی پیروی نے آپ کو اپنے زمانے ہی میں شہرت و عظمت کی اعلیٰ بلندیوں پر فائز کر دیا تھا۔ مؤرّخین نے آپ کی شخصیت پر بہت کچھ لکھا ہے۔ اور اَرباب فکر و قلم نے آپ کے فضائل و مناقب بڑے عمدہ پیرایے میں بیان کیے ہیں۔

امام شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ اِس قدر نرم دل اور نیک خو تھے کہ انسان تو انسان، چرند و پرند سے بھی بے پناہ محبت فرماتے اور اُس کے آرام کا ہر ممکن خیال فرمایا کرتے تھے۔ جو شخص بھی ملتا اُسے پہلے

سلام کرتے، یہاں تک کہ جانوروں کو بھی دیکھتے تو فرماتے کہ تمہاری صبح اچھی ہو۔ اس تعلق سے دریافت کیاجاتا تو فرماتے کہ میں اپنے نفس کو اچھے کاموں کا عادی بناتاہوں۔ جب آپ کے جسم پر مچھر بیٹھ جاتا تو اُسے نہ خود اڑاتے نہ کسی کو اُڑانے دیتے اور فرماتے کہ اُسے خون پینے دو، جتنا کہ اللہ رب العزت نے اس کی قسمت میں لکھا ہے۔ جب دھوپ میں چل رہے ہوتے اور ٹڈی آپ کے کپڑے پر بیٹھ جاتی تو اُس وقت تک سایہ دار جگہ پر ٹھہرے رہتے جب تک کہ ٹڈی سایہ میں بیٹھ نہ جاتی۔ جب کبھی بلی آپ کی آستین پر سوجاتی اور نماز کا وقت ہوجاتا تو نیچے سے آستین کاٹ دیتے لیکن بلی کو نہ جگاتے، اور جب نماز سے واپس آتے تو آستین کو اُس کے دوسرے حصے کے ساتھ سی لیتے۔ ایک بار کا ذکر ہے کہ آپ نے ایک خارش زدہ کتے کو دیکھاجسے لوگوں نے گاؤں سے باہر نکال دیا تھا۔ آپ اُس کتے کے ساتھ جنگل چلے گئے۔ اُسے تیل لگاتے رہے اور اُسے کھلاتے پلاتے اور کپڑوں کی مدد سے اُس کی خارش کو بھی کھرچتے رہے۔ پھر جب

اُس کی خارش ٹھیک ہوگئی تو گرم پانی سے اس کو نہلایا اور اُس کی پوری نگہ داشت کی۔(14)

خوش اخلاقی کا درس دیتے ہوئے آپ فرمایا کرتے تھے:

"ما رایت أقرب ولا أسهل طريقاً إلى اللّٰه من الذل والافتقار والانكسار بتعظيم أمر اللّٰه والشفقة على خلق اللّٰه والاقتداء بسنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و آله وسلم "(15)

یعنی میں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ تک پہنچنے کا اِس سے زیادہ سہل اور قریب ترین کوئی راستہ نہیں دیکھا کہ رضاے الٰہی کی خاطر تواضع وانکسار اِختیار کی جائے، خلق خدا کے ساتھ لطف ونرمی سے پیش آیا جائے، اورسرکارِ دوعالم ﷺ کی سنت کی پیروی میں زندگی کا سفر طے کیا جائے۔

خدمت خلق کا عنصر آپ کی حیاتِ طیبہ میں بہت غالب نظر آتا ہے۔ اگر کسی بیمار کا سن لیتے تو وہ خواہ کتنی ہی دور کیوں نہ سکونت پذیر ہو، اس کی عیادت کے لیے ضرور جاتے تھے۔ اور (بعدِ مسافت کے باعث) ایک دو دن کے بعد اُدھر سے لوٹتے تھے۔ نیز عالم یہ تھا کہ راستے میں جا کر اندھوں کی آمد کا اِنتظار کرتے کہ ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں منزل تک پہنچائیں۔ جب بھی کوئی بزرگ دیکھتے، انھیں علاقے تک پہنچا آتے، اور اہل علاقہ کو نصیحت فرماتے کہ لوگو! میرے حضور رحمت عالم ﷺ کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

من أكرم ذا شيبة يعنى مسلماً سخر الله له من يكرمه عند شيبته۔(16)

یعنی جس نے کسی بوڑھے مسلمان کی خدمت وتکریم کی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کے اپنے بڑھاپے میں کسی کو اُس کا سہارا اور خدمتی بنا دے گا۔

ایک مرتبہ اپنے سلسلے کا نشانِ امتیاز بیان کرتے ہوئے فرمایا:

طریقنا طریق نقی وإخلاص فمن أدخل فی عمله الریاء والفجور فقد بعد عنا وخرج منا۔ (17)

یعنی ہمارا طریقہ مبنی بر اِخلاص، اور بالکل صاف و شفاف ہے، لہٰذا یاد رہے کہ جس کے عمل سے ریاونمود اور فسق وفجور کی بو آنے لگے، پھر اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے، اوراس کا قدم ہمارے دائرہ طریق سے باہر نکل چکا ہے۔

طریقی دین بلا بدعة، وهمة بلا کسل، وعمل بلا ریائ، وقلب بلا شغل، ونفس بلا شهوة۔ (18)

یعنی میرا طریقہ یہ ہے کہ دین میں بدعت کی آمیزش نہ ہو۔ ہمت سستی پر غالب ہو۔ عمل ریا سے پاک ہو۔ (یادِ محبوب میں محویت کے باعث) قلب دیگر مشغولیات سے آزاد ہو۔اور نفس شہوت کے بکھیڑوں سے دور ہو۔

آپ کی سخاوت کا عالم یہ تھا کہ حضرت شیخ عبدالصمد حَربونی جو کہ رُواق شہر میں اوقافِ احمدی کے ذمہ دار تھے وہ فرماتے ہیں کہ 567ھ میں حضرت امام احمد رفاعی کے کھیت اور آپ کے رواق میں موجود اوقاف سے سات لاکھ دیوانی چاندی کے درہم اور بیس ہزار سونے کے ٹکڑے حاصل ہوئے اور اسی سال آپ کے لیے مختلف شہروں سے اَسّی ہزار چادریں ، پچاس ہزار تمشکۃ (رومال وغیرہ) بیس ہزار عجمی اونی کمبل، بتیس ہزار کاٹن کے عمامے اور گیارہ ہزار سونے کے دوافقی ٹکڑے آئے اور سات لاکھ ہندی چادریں آئیں اور اسی دن آپ نے رواق کی نہر کے کنارے اپنے کپڑوں کو دھویا اور اپنی ستر پوشی اپنے رومال سے فرمائی اور رواق میں آپ کی الماری میں ایک بھی درہم نہ تھا جو کچھ آپ کو حاصل ہوا تھا وہ سب آپ نے کمزوروں پر صدقہ کر دیا، یا مستحقین، سائلین اور فقراء و مساکین کو دے دیا۔(19)

آپ دوسروں کی خیر خواہی کا کوئی موقع بھی نہیں گنواتے تھے، بلکہ بڑے انوکھے انداز میں ہر ایک خیر خواہی فرماتے تھے۔ مثال کے طور پر جب اُنھیں پتا چلتا کہ فقرا میں کوئی اپنی لغزش کی بنیاد پر پٹائی کھانے والا ہے تو اُس سے اُس کے کپڑے بطور عاریت لیتے اور اُسے پہن اُس کی جگہ پر سو رہتے، اور اِس طرح فقرا اُن کی پٹائی کر دیتے۔ جب پٹائی ہو جاتی اور فقرا کا غصہ سرد پڑ جاتا تو اپنا چہرہ کھول دیتے، حالاں کہ اُن پر غشی طاری ہو جاتی لیکن اُن سے فرماتے کہ تمہارا بھلا ہو کہ تم لوگوں نے مجھے اجر و ثواب کمانے کا موقع دیا۔ فقرا ایک دوسرے سے کہتے کہ یہ اخلاق سیکھو۔ (20)

آپ کے اخلاق و کردار بیان کرتے ہوئے دائرۃ المعارف نے یوں لکھا ہے:

Ahmad Rifai's talks, his moves, his behaviors and his every breath were for Allah. He had got always a smiling face

and he was modest, good-tempered, enduring suffering, very patient. He didn’t become cross with anyone and didn’t want any help for his own personality. On the contrary, he loves for Allah, and anger for Allah.

He doesn’t rebuke somebody who behave that he doesn’t like. He doesn’t see his family and himself superior to other people. Even he said about this subject that; "According to our opinion for Allah, everybody is equal to each other, it doesn’t matter they are close relative or unknown people for us."(21)

ترجمہ:(امام) احمد رفاعی (رحمہ اللہ) کے اقوال، افعال، کردار اور ہر ہر سانس اللہ کے لیے تھی۔ آپ سدا متبسم رہتے، آپ انتہائی باحیا، خوش باش، مصیبت میں مستقل مزاج اور انتہائی صابر تھے۔ آپ نے کبھی کسی کی حق

تلفی نہیں کی۔ آپ نے کبھی اپنا مفاد نہیں چاہا۔ بلکہ، آپ کسی سے محبت کرتے تو اللہ کے لیے اور کسی سے ناراض ہوتے تو بھی اللہ کے لیے۔ آپ کبھی بھی کسی کی ناشائستہ حرکت پر ملامت نہیں کرتے۔ آپ اپنی ذات یا خاندان کو کسی سے اعلیٰ نہیں سمجھتے۔ یہاں تک کہ اس کے بارے میں آپ نے خود فرمایا: "میرے نظریے کے مطابق اللہ کے یہاں ہر شخص باہم مساوی ہے، اس سے قطع نظر کہ وہ ہمارے قریبی رشتے دار ہوں یا نامعلوم افراد"

مجاہدہ وریاضت:

آپ کی عبادت وریاضت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے صاحب طبقاتِ صوفیہ علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ آپ روزانہ چار سو رَکعات نوافل پڑھا کرتے جن میں ایک ہزار مرتبہ سورۃُ الاخلاص پڑھتے نیز روزانہ دو ہزار مرتبہ اِستغفار بھی کرتے۔ (22)

آپ کی ریاضت و مجاہدہ، پرہیز گاری و تقوی شعاری اور قناعت کا عالم یہ تھا کہ کبھی اپنے پاس دو قمیصیں نہ رکھتے، جب قمیص دھونی ہوتی تو دریا میں اتر کر اس کا میل کچیل دور کرتے اور دھوپ میں کھڑے ہو کر اسے خشک کر لیتے، دو تین دن بعد ہی کوئی ایک آدھ لقمہ کھاتے البتہ اگر کوئی مہمان آجاتا تو مریدوں کے گھر سے اس کے کھانے کا بندوبست کر دیتے۔(23)

امام شعرانی اپنی معروف کتاب طبقات کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صوفیہ کرام کے احوال کی شرح اور اُن کے منازل کی مشکلات حل کرنے کی سرداری شیخ کبیر پر ختم ہے، اورعلاقہ بطائح میں تربیت مریدین کا عمل ان کی وجہ سے پروان چڑھا، نیز بے شمار مخلوق نے ان سے تزکیہ وتصفیہ کا نور پایا۔ (24)

آپ کی قناعت وشکر کا یہ حال تھا کہ کبھی اپنے پاس دو قمیصیں نہ رکھتے تھے۔ جب قمیص دھونے کی ضرورت پیش آتی تو دریا میں خود ہی اُتر جاتے، قمیص کا میل کچیل بھی خود ہی صاف کرتے، یہاں

تک کہ دھوپ میں کھڑے ہوکر اُسے خود ہی سُکھاتے بھی تھے اور اُس وقت تک دھوپ میں کھڑے رہتے تھے جب تک کہ قمیص خشک نہیں ہوجاتی۔ کھانے کا معاملہ ایسا تھا کہ دو تین بعد ایک آدھ لقمہ کھاتے، البتہ !اگر کوئی مہمان آجاتا تو اُس کے کھانے پینے کا ضرور انتظام فرماتے۔ اُن کے اندر خدمت خلق کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ وہ خود جنگل جاتے، لکڑیاں جمع کرتے، اُسے خود اُٹھا کرلاتے اور بیوگان ومساکین اور غربا کے گھروں میں پہنچاتے، بلکہ اُن گھروں میں پانی بھی خود بھر دیتے تھے۔(25)

رشدوہدایت:

آپ نے جس شہرمیں شریعت وطریقت اورمعرفت کی تعلیم حاصل کی اُسی شہر واسط میں درس وتدریس، وعظ و نصیحت اور رشد و

ہدایت کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ خداداد صلاحیت، لیاقت و قابلیت، ذہانت و فطانت اورانتہائی ذکاوت کی وجہ سے جب آپ کی علمی شہرت چاروں طرف پھیل گئی، تو طالبانِ علوم اپنی تشنگی بجھانے کے لیے شہر واسط کارُخ کرنے لگے۔

اوراِس کے علاوہ عظیم علماوفضلا بھی اُن کی درس بافیض سے فیض یاب ہونے کی خاطر اُن کی خدمت میں پہنچتے اوراُن کے سامنے زانولیے تلمذ طے کرتے۔

جناب طیب قاسم رشید عمرانی کے مطابق: شیخ کبیر کے درس وتدریس کا معمول یہ تھا کہ روزانہ صبح وشام حدیث، فقہ، تفسیر اورعقائد کادرس دیتے، جس میں کثرت سے طلبا شریک ہوتے تھے۔ ان میں علماوفضلا اور اپنے عہد کے مشائخ کبار بھی شامل تھے۔(26)

تصنیفات وتالیفات:

آپ نے شریعت وطریقت کے بیش تر موضوعات پر درجنوں کتابیں یادگار چھوڑیں۔ توحید وتصوف اوراخلاقِ حمیدہ پر مشتمل بہت سی مفید و گراں قدر کتابوں کا نام آپ کے تذکروں میں ملتاہے۔ حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب کشف الظنون میں بعض کا ذکر کیا ہے، جب کہ کچھ کا ذکر سید محمد ابوالہدیٰ الصیادی کی تصنیف میں ملتا ہے۔ آپ کی چند کتابوں کے نام یہاں پیش کیے جارہے ہیں، ان میں سے اول الذکر چار کتابیں دست یاب ہیں۔ باقی کتابیں یورشِ تاتار کی نذر ہوگئیں۔ آپ سے منسوب چند کتابوں کے نام یہ ہیں:

(1) البرہان المؤید
(2) السر المصون
(3) راتب الرفاعی
(4) حالة أهل الحقيقة مع الله

(5) الحکم الرفاعية

(6) الأحزاب الرفاعية

(7) النظام الخاص لأهل الاختصاص

(8) الصراط المستقيم فی تفسير معانی بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

(9) الرؤية

(10) الطريق إلی اللّٰه

(11) العقائد الرفاعية

(12) المجالس الأحمدية

(13) تفسير سورة القدر

(14) الأربعين

(15) شرح التنبيه

(16) رحيق الكوثر

(17) البهجة فی الفقه۔ (27)

ولایت و کرامت:

انسانی عقل کے خلاف کوئی بات کسی ولی سے پیش آئے تو اسے کرامت کہتے ہیں۔ دوسرے بزرگوں کی طرح حضرت امام رفاعی رحمہ اللہ سے بھی باذن ربی بے شمار کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ آپ کے تذکرہ نگاروں نے رواتِ ثقات کے حوالے سے آپ کے بے شمار خوارق عادات واقعات اپنی اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں۔ ان میں سے چند کرامتیں یہاں پیش کی جا رہی ہیں۔

(1) دستِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بوسہ

آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ نے جیتے جاگتے ہوش و حواس کے ساتھ رسول پاک ﷺ کی نہ صرف زیارت کی بلکہ آپ کے دست مبارک کا بوسہ بھی لیا۔ واقعہ یوں ہے کہ 555ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کے بعد جب مدینہ طیبہ پہنچے اور رسول پاک ﷺ کے روضۂ

انور پر حاضر ہو کر بلند آواز سے عرض کی: السلام علیکم یا جدی! فوراً روضۂ مبارک سے آواز آئی: وعلیکم السلام یا ولدی! آواز مبارک سنتے ہی آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ اور آپ نے اشعار کی صورت میں یوں عرض کی:

"یارسول اللہ! ﷺ جب میں دور تھا تو اپنی روح کو آپ کی بارگاہ میں بھیجا کرتا تھا جو میری قایم مقام ہو کر آپ کے مبارک آستانے کو چوما کرتی تھی۔ لیکن اب تو میں جسم کے ساتھ حاضر ہوں لہذا اپنا دست مبارک عطا فرمائیں تاکہ میں دست بوسی سے شرف یاب ہو سکوں۔"

آپ کی اس عرض پر رسول پاک ﷺ نے اپنی قبر انور سے اپنا دست مبارک باہر نکالا جسے امام رفاعی نے چومنے کی سعادت حاصل کی۔ اس واقعے کو مجدد وقت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ تین طرق سے بیان کیا ہے۔ اس موضوع پہ آپ نے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے، جس کا نام ہے: "الشرف المحتم فیما من اللہ بہ علی ولیہ

السيد أحمد الرفاعي من تقبيل يد النبي -صلى الله عليه وسلم- "

اس رسالے میں آپ نے اس موضوع پر بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے:

فقد وقع السؤال عن مد يد النبي - صلى الله عليه وسلم - من قبره الشريف إلى الولي الكبير الإمام الشهير مولانا السيد أحمد بن الرفاعي رضي الله تعالى عنه.هل هو ممكن أم لا ؟ وهل أسانيد هذه الرواية المشهورة عاليه صحيحة؟ والجواب عن هذا السؤال المذكور حررته بهذا الكتاب وسميته الشرف المحتم فيما منّ الله به على وليه السيد أحمد الرفاعي رضي الله تعالى عنه من تقبيل يد النبي صلى الله عليه وسلم وأول ما أقول أن حياة النبي - صلى الله عليه وسلم - هو وسائر الأنبياء معلومة عندنا قطعياً لما قام عندنا من الأدلة في ذلك وقام بذلك البرهان وصحت الروايات وتواترت الأخبار. وقد كتبت في حياة الأنبياء كتاباً مخصوصاً وبسطت فيه الأدلة والأخبار وها أنا أذكر لك بعضها. (28)

"ولی کبیر و امام شہیر حضرت سید احمد ابن رفاعی رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم ﷺ کا اپنی قبر شریف سے دست مبارک کو باہر نکالنے کے بارے میں سوال ہوا ہے کہ آیا وہ واقعہ ممکن ہے یا نہیں؟ اور کیا اس مشہور روایت کی سندیں عالی و صحیح ہیں یا نہیں؟ میں نے اسی سوال کے جواب میں یہ رسالہ تحریر کیا ہے اور اس کا نام رکھا ہے: "الشرف المحتم فیما من اللہ بہ علی ولیہ السید احمد الرفاعی رضی اللہ عنہ من تقبیل ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم" سب سے پہلے جو کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک نبی کریم ﷺ کی حیات اور تمام دوسرے انبیا کی حیات قطعی و یقینی ہے اور اس یقین کے لیے ہمارے پاس یقینی دلائل و براہین ہیں۔ صحیح روایتیں اور متواتر خبریں ہیں، خود میں نے حیات الانبیاء کے موضوع پر ایک خاص کتاب تصنیف کی ہے جس میں دلائل و اخبار کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔یہاں میں ان دلائل میں سے چند ایک کا ذکر کرنا چاہوں گا۔"

حیات الانبیاء کے ثبوت میں بہت ساری کتابیں مارکیٹ میں دست یاب ہیں، جن میں قرآن وحدیث کی نصوص سے اس کا ثبوت پیش کیا گیا ہے، اس لیے یہاں اس بحث سے صرفِ نظر کر کے اصل موضوع پر امام سیوطی نے کیا لکھا ہے وہ پیش کیا جارہا ہے: امام سیوطی اپنی سند کے ساتھ اول طریق سے اس واقعے کو یوں روایت کرتے ہیں:

حدثنا شيخ الإسلام الشيخ كمال الدين إمام الكاملية عن شيخ مشايخنا الإمام العلامة الهمام الشيخ شمس الدين الجزري عن شيخه الإمام الشيخ زين الدين المراغي عن شيخ الشيوخ البطل المحدث الواعظ الفقيه المقرئ المفسر الإمام القدوة الحجة الشيخ عز الدين أحمد الفاروثي الواسطي عن أبيه الأستاذ الأصيل العلامة الجليل الشيخ أبي إسحاق إبراهيم الفاروثي عن أبيه إمام الفقهاء والمحدثين وشيخ أكابر الفقهاء والعلماء العاملين الشيخ عز الدين عمر أبي الفرج الفاروثي الواسطي قدست أسرارهم أجمعين .قال :كنت مع شيخنا ومفزعنا وسيدنا أبي العباس القطب الغوث الجامع الشيخ

السيد أحمد الرفاعي الحسيني رضي الله تعالى عنه عام خمس وخمسين وخمسمائة العام الذي قدر الله له فيه الحج فلما وصل مدينة الرسول - صلى الله عليه وسلم - وقف تجاه حجرة النبي - صلى الله عليه وسلم - وقال على رؤوس الأشهاد :السلام عليك يا جدي فقال له :-عليه الصلاة والسلام- وعليك السلام يا ولدي. سمع ذلك كل من في المسجد النبوي فتواجد سيدنا السيد أحمد وأرعد واصفر لونه وجثى على ركبتيه ثم قام وبكى وأنّ طويلاً وقال يا جداه..

في حالة البعد روحي كنت أرسلها

تقبل الأرض عني وهي نائبتي

وهذه دولة الأشباح قد حضرت

فامدد يمينك كي تحظى بها شفتي

فمد له رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يديه الشريفة العطرة من قبره الأزهر المكرم فقبلها في ملأ يقرب من تسعين ألف

رجل والناس ينظرون اليد الشريفة وكان في المسجد مع الحجاج الشيخ حياة بن قيس الحراني والشيخ عبد القادر الجيلي المقيم ببغداد والشيخ خميس والشيخ عدي بن مسافر الشامي وغيرهم نفعنا الله تعالى بعلومهم، وشرفنا معهم برؤية اليد المحمدية الزكية. وفي يومها لبس الشيخ حياة بن قبس الحراني خرفة الشيخ السيد أحمد الكبير واندرج في سلك أصحابه۔ (29)

ہم سے ہمارے شیخ، شیخ الاسلام کمال الدین امام کاملیہ نے روایت کی ہے، انہوں نے ہمارے مشائخ کے شیخ امام علامہ شیخ شمس الدین جزری سے، انہوں نے اپنے شیخ امام زین الدین مراعی سے، انہوں نے شیخ الشیوخ شجاع و محدث و واعظ و فقیہ و مقرر و مفسر، امام و مقتدا و حجت شیخ عزالدین احمد فاروقی سے، انہوں نے اپنے والد استاد اصیل علامہ جلیل شیخ ابو اسحاق فقرآئے ابراہیم فاروقی سے، اور انہوں نے اپنے والد امام فقہاء و محدثین شیخ فقرآئے اکابر و علمآئے عاملین شیخ عز الدین عمر ابوالفرج قدس اللہ سرہم اجمعین سے روایت

کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ 555 ھ کے حج میں، میں اپنے شیخ و ملجا اور اپنے سردار ابو العباس قطب و غوث شیخ سید احمد رفاعی حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھا۔ اس سال آپ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حج کی سعادت حاصل ہوئی تھی، جب حضرت رفاعی مدینہ پہنچے تو نبی کریم ﷺ کے حجرے کے سامنے کھڑے ہوکر لوگوں کی موجودگی میں بلند آواز سے عرض کی:

السلام علیک یا جدی (یعنی اے میرے جد آپ پر سلام ہو)

تو حضور ﷺ نے فرمایا:

وعلیک السلام یا ولدی (اے میرے بیٹے تم پر بھی سلامتی ہو)

اس (جواب) کو مسجد نبوی میں موجود ہر شخص نے سنا اور یہ سن کر سیدنا احمد رفاعی پر جذب طاری ہوگیا۔ آپ تھرا اٹھے، آپ کا

رنگ زرد پڑ گیا، گریہ و زاری کرتے ہوئے گھٹنے کے بل کھڑے ہوئے اور دیر تک سسکیاں لیتے رہے پھر عرض کی:اے جد کریم ﷺ!

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها

تقبل الارض عنی وہی نائبتی

وہذہ دولة الاشباح قد حضرت

فامدد یمینک کی تحظی بہا شفتی

اے جد کریم !دوری کی حالت میں اپنی روح و خیال کو بھیجا کرتا تھا جو میری نیابت میں آستاں بوسی کرتے تھے اور آج یہ دور افتادہ خود در دولت پر حاضر ہے لہذا آپ اپنے دست کرم کو دراز فرمائیں تاکہ میرے لب دست بوسی کی سعادت حاصل کر سکیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے معطر دست مبارک کو قبر انور شریف سے باہر نکالا، جسے نوے ہزار زائرین کے ہجوم میں امام رفاعی

نے چوما، یہ سارے لوگ دست مبارک کو دیکھ رہے تھے، اس وقت مسجد میں حجاج کرام کے درمیان شیخ حیات بن قیس حرانی، شیخ عبدالقادر جیلی (حضرت غوث اعظم مقیم) بغداد، شیخ خمیس اور شیخ عدی بن مسافر شامی وغیرہ بھی موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو ان حضرات کے علوم و اسرار سے نفع بخشے، ہم نے بھی ان حضرات کے ساتھ حضور ﷺ کے پاکیزہ دست مبارک کی زیارت کی اور اسی دن شیخ حیات بن قیس حرانی نے سید احمد کبیر رفاعی سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور آپ کے مریدین و مسترشدین میں شامل ہوگئے۔

دوسرے طریق سے امام سیوطی نے یہ واقعہ یوں روایت کیا ہے:

"ومن طريق آخر : حدثنا الشيخ محمد العلمي عن الشيخ أبي الرجال اليونيني البعلبكي عن الشيخ عبد الله البطائحي القادري عن الشيخ علي بن إدريس اليعقوبي عن شيخه القطب الفرد الشيخ عبد القادر الجيلي ثم البغدادي قال :كنت في محفل الكرامة التي أكرم الله بها الشيخ أحمد الكبير الرفاعي بتقبيل يد

النبي - صلى الله عليه وسلم - قال اليعقوبي :فقلت أي سيدي أما حسده على هذه الكرامة من حضر من الرجال فبكى رضي الله تعالى عنه ثم قال :يا بن إدريس على هذا يغبطه الملأ الأعلى." (30)

ایک دوسرے طریق سے مجھ سے روایت کیا ہے۔ شیخ محمد علی نے ان سے شیخ ابی الرجال یونینی بعلبکی نے، ان سے شیخ عبداللہ بطائحی قادری نے، ان سے شیخ علی بن ادریس یعقوبی نے اور ان سے ان کے شیخ قطب یگانہ و غوث زمانہ شیخ عبدالقادر جیلی بغدادی نے روایت کیا ہے۔ فرمایا کہ اس محفل کرامت میں، میں بھی موجود تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی دست بوسی کے ذریعہ شیخ احمد کبیر رفاعی کی کرامت و بزرگی کا اظہار کیا۔ یعقوبی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ حضرت جیلانی سے عرض کی : حضور حاضرین کو اس کرامت و بزرگی سے حسد نہیں ہوا تو یہ سوال سن کر حضرت غوث صمدانی رونے لگے اور جواب دیا۔ اے ابن ادریس اس پر تو ملاء اعلیٰ (فرشتوں) نے بھی رشک کیا ہے۔

تیسرے طریق سے یہ واقعہ امام سیوطی اس طرح روایت کرتے ہیں:

"ومن طريق آخر :حدثنا الإمام القوصي عن الشيخ قطب الدين ناظر الخزانة عن الشيخ ركن الدين السنجاري عن شيخه عدي بن مسافر وعن خادمه الشيخ علي بن موهوب قال كنا في مسجد النبي - صلى الله عليه وسلم - عام حججنا وكان الشيخ أحمد بن الرفاعي رضي الله تعالى عنه واقفاً تجاه الحجرة الطاهرة وقد تكلم بكلمات ضبطها عنه جماعة فما أتم كلامه إلا وقد مدت له يد رسول الله - صلى الله عليه وسلم - فقبلها ونحن ننظر مع الحاضرين.

قال بن موهوب والله كأني بها وقد خرجت من القبر المبارك يد بيضاء سوية طويلة الأصابع كأنها البرق المضيء وكأني بالحرم وأهله وقد كاد يميد وقد كادت لقوم قيامة الناس بما ألم بهم من الدهش والحيرة والهيبة والسلطان المحمدي وقد قام الرحب وقعد بتكبير الناس وصلاتهم عليه - صلى الله عليه وسلم -. ومن المعلوم أن هذه المنقبة المباركة بلغت بين المسلمين مبلغ

التواتر وعلت أسانيدها وصحت رواياتها واتفق رواتها وإنكارها من شوائب النفاق معاذ الله." (31)

ایک اور طریق سے، مجھ سے امام قوصی نے بیان کیاہے۔ ان سے شیخ قطب الدین خزانچی نے، ان سے شیخ رکن الدین سنجاری نے، ان سے ان کے شیخ عدی بن مسافر نے اور ان کے خادم شیخ علی بن موہوب نے بیان کیا ہے، دونوں فرماتے ہیں کہ: حج والے سال ہم مسجد نبوی میں تھے تو دیکھا کہ شیخ احمد بن رفاعی رضی اللہ عنہ حجرہ طیبہ کی طرف رخ کرکے کھڑے ہیں اور کچھ عرض کررہے ہیں جسے بہت سے حضرات نے یاد رکھا اور نقل کیا ہے اور جیسے ہی آپ کی گفتگو ختم ہوئی، فورا اللہ کے رسول ﷺ کا دستِ مبارک قبر شریف سے باہر نکلا اور شیخ رفاعی نے اس کا بوسہ دیا۔ ہم جملہ حاضرین کے ساتھ اس (روح پرور اور ایمان افروز) منظر کو دیکھ رہے تھے (شیخ عدی کے خادم) ابن موہوب کہتے ہیں کہ: خدا کی قسم !گویا اب بھی وہ نظارہ میرے سامنے ہے، جب سفید گورا معتدل ہاتھ قبر مبارک

سے باہر نکلا جس کی انگلیاں خوب لمبی لمبی تھیں، گویا بجلی چمک رہی ہو، حرم و اہل حرم گویا سبھی رقص کناں ہوں۔

لوگ سلطان محمدی اور جلال احمدی سے اس قدر مرعوب و لرزاں و ترساں تھے اور(اس معجزۂ گرامی) سے اس طرح حیرت زدہ تھے گویا قیامت آنے والی ہو۔ لوگ حیرت و دہشت میں بے قرار و بے اختیار اٹھ بیٹھ رہے تھے۔ کبھی اللہ کی تکبیر وبڑھائی بولتے تو کبھی حضور ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے۔یہ بات معروف ہے کہ حضرت رفاعی کی یہ منقبت مسلمانوں کے درمیان درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہے۔ اس کی سندیں عالی اور بلند مرتبہ ہیں اور اس کی روایتیں صحیح ہیں۔ تمام راویوں کا اس کی صحت و صداقت پر اتفاق ہے، اور اس کا انکار منافقت کی نشانیوں میں سے ہے۔

بحر محیط کی سیر (2)

صاحب خزینۃ الاصفیاء فرماتے ہیں: سید الاولیاء حضرت شیخِ کبیر سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ اپنے زمانے کے شیخ الوقت اور امام الاولیأ تھے۔ بڑے عابد و زاہد، عالم فاضل اور صاحبِ کشف و کرامت تھے۔ آبائی نسبت امام علی بن موسیٰ کاظم سے ہے۔ نسبتِ خرقہ پانچ واسطوں سے حضرت شیخ شبلی تک منتہی ہے۔ حضرت غوث الاعظم سے بھی فیوض و برکات حاصل کیے ہیں۔ حضرت غوث الثقلین نے ان کی ہمشیر کو اپنی بہن کہا تھا اس لیے آپ انہیں اپنا خواہر زادہ سمجھتے تھے۔ ایک روز شیخ احمد رفاعی کے بھانجے شیخ ابوالحسن اِن کے حجرے کے دروازے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اندر نظر کی تو دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا آپ سے باتیں کر رہا ہے۔ حیران رہ گئے کہ یہ کس راستے سے اندر آیا ہے۔ چند ساعت تک وہ شیخ سے ہم کلام رہا۔ جب فارغ ہوا تو جو روزنِ دیوارِ خلوتِ شیخ میں تھا اُس میں سے برقِ خاطف کی طرح

نکل گیا۔ شیخ ابوالحسن کہتے ہیں میں یہ حال دیکھ کر خدمتِ شیخ میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ یہ کون شخص تھا۔ فرمایا" تُونے اسے دیکھا ہے" کہا ہاں۔ فرمایا: یہ شخص رجال الغیب سے تھا۔ تین روز ہوئے بارگاہِ کبریائی سے مہجور(یعنی معزول) ہوگیا ہے۔ میں نے سبب پوچھا۔ فرمایا: ایک روز جزائر بحرِ محیط میں جہاں یہ مقیم ہے۔ دو تین روز بارش ہوتی رہی اس کے دل میں خیال گزرا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ بارش آباد زمین پر ہوتی اور خلقِ خدا کو اس سے پُورا نفع ہوتا۔ اپنے خیال کی وجہ سے بارہ گاہِ رب العزّت سے مہجور ہوگیا ہے۔میں نے کہا: آپ نے اسے اس حال سے خبر کیوں نہ دی۔ فرمایا: شرم آئی کہ اس کے سامنے اُس کی معزولی کا حال بیان کروں۔ میں نے کہا: اگر آپ فرمائیں تو اسے اس حال سے مطلع کروں۔ فرمایا: کرسکتا ہے۔ کہا: کیوں نہیں؟ فرمایا: اپنا سر گریبان میں ڈالو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ ایک لمحہ کے بعد آواز آئی۔ اے ابوالحسن !سر اٹھا اور آنکھیں کھول۔ جب سر اٹھایا اور آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں بحرِ محیط کے جزائر

میں سے ایک جزیرے میں ہوں۔ حیران رہ گیا۔ ہمت کر کے اٹھا۔ ابھی تھوڑا ہی راستہ طے کیا تھا کہ ایک جگہ پر اُس مرد کو بیٹھے ہوئے دیکھا پاس گیا۔ سلام کیا اور سارا قصّہ بیان کیا۔ اس نے مجھے قسم دی کہ جس طرح میں کہوں تم نے اسی طرح کرنا ہے۔ میں نے کہا بسر و چشم۔ اس نے کہا :میرا خرقہ میری گردن میں ڈال اور مجھے زمین پر گھسیٹ اور یہ کہہ کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو حق تعالیٰ کی حکمت پر اعتراض کرتا ہے۔ پس میں نے اس کا خرقہ اس کی گردن میں ڈالا اور زمین پر گھسیٹنا ہی چاہتا تھا کہ ندآئے غیب آئی :اے ابوالحسن اسے چھوڑ دے۔ ملائکہ زمین و آسمان پر گریہ زاری کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر خوش ہے۔ میں نے جب یہ آواز سنی تو بے خود گیا۔ جب اپنے آپ میں آیا تو دیکھا سیّد احمد رفاعی کے سامنے حاضر ہوں۔میں اپنے آنے جانے پر مطلق آگاہ نہ ہُوا۔ (32)

(3) عشق کی آگ

صاحبِ مناقبِ غوثیہ حضرت شیخ محمد صادق شیبانی رحمہ اللہ کے حوالے سے صاحب خزینۃ الاصفیاء اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :

ایک روز میں حضرت غوث الاعظم کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے اپنے ایک خادم سے کہا: سیّد احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا اور پُوچھ کہ عشق کیا ہے؟ اور اس کا جواب مجھے لاکر دے۔ خادم ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت کا پیغام دیا۔ یہ سنتے ہی انہوں نے ایک آہِ جان کاہ اپنے سینۂ پُر سوز سے کھینچی اور کہا کہ عشق ایک ایسی آگ ہے جو ماسوا اللہ کو جلا ڈالتی ہے۔ اُن کے یہ کہنے کی دیر تھی کہ جس درخت کے نیچے آپ بیٹھے ہوئے تھے وہ جل اٹھا اور سیّد احمد رفاعی بھی اس کے ساتھ جل کر خاکستر ہوگئے۔ پھر وہی راکھ پانی ہوکر برف کی مانند جم گئی۔ خادم خوف زدہ ہوکر خدمتِ حضرت غوث

الاعظم رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا بیان کیا۔ فرمایا: پھر اسی جگہ پر جا اور اس جگہ کو بخور و عطر سے معطر کر، جسمِ سید احمد رفاعی اس عالمِ عنصری کی طرف رجوع کرے گا۔ چنانچہ خادم اسی جگہ پر واپس آیا اور حضرت کے فرمودہ کے مطابق اُس جگہ کو معطر کیا۔ ابھی ایک ساعت بھی نہ گزری تھی کہ جو پانی سیّد احمد رفاعی کی جگہ پر جما ہوا تھا اس نے جسم کی صورت اختیار کرلی اور سیّد احمد رفاعی دوبارہ زندہ ہوگئے۔ (33)

(4) تعویذ کی کرامت

جو شخص حاجت کے لیے آپ سے تعویذ طلب کرتا آپ اسے تعویذ کردیتے۔ اگر قلم و سیاہی نہ ہوتی تو سفید کاغذ پر ہی اپنی انگلی سے بغیر قلم و سیاہی لکھ دیتے۔ ایک روز ایک شخص بغرضِ

امتحان تعویذ کھول کر خدمتِ شیخ میں لایا اور استدعا کی کہ تعویذ لکھ دیجیے۔ جب انہوں نے کاغذ ہاتھ میں لے کر دیکھا تو فرمایا :اے فرزند تعویذ تو اس پر لکھا ہوا ہے۔ اگر تو چاہتا ہے تو سادہ کاغذ پر دوبارہ سیاہی سے لکھ دوں۔ اس کاغذ پر حروف بشکلِ خود موجود ہیں۔ (34)

(5)مرید کو جہنم سے چھٹکارا

ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں چاہتا ہُوں کہ آپ کے واسطے سے آتشِ دوزخ سے آزاد ہوجاؤں اور مجھے اسی وقت خطِ آزادی آسمان سے آجائے۔اُسی وقت ایک سفید کاغذ برق خاطف کی طرح آسمان سے آپ کے سامنے آگرا۔ شیخ نے وُہ کاغذ اٹھا کر سائل کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا :

لے آتشِ دوزخ سے یہ تیرا خطِ آزادی ہے اس نے دیکھا تو وہ محض سفید کاغذ تھا۔ عرض کیا: اس پر تو کچھ نہیں لکھا ہوا۔ فرمایا: یہ کاغذ نور سے لکھا ہوا ہے جو دل ہی کی آنکھ سے پڑھا جاسکتا ہے۔(35)

تعلیمات وارشادات:

آپ کے ارشادات و تعلیمات انتہائی اثر انگیز ہیں۔ آپ اپنے مُریدین و مُحبّین کی حُسنِ تربیت کے لیے وقتاً فوقتاً شریعت و طریقت کے بہترین رہ نما اصول بھی بیان کرتے رہے۔ آپ کی بیش بہا و گراں مایہ کتاب "البرہان المؤید" آپ کی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ یہاں اس میں سے چند ارشادات پیش کیے جا رہے ہیں:

(1) شانِ الوہیت:

اللہ کے لیے فوقیت، سفلیت اور مکان ثابت نہ کرنا اور ہاتھ اور آنکھ (وغیرہ انسانی اعضا کی طرح) اور آمد ورفت کے طریقے پر نزول کا قائل نہ ہونا کیوں کہ کتاب وسنت میں اگر کہیں ایسے الفاظ آئے ہیں جن سے بظاہر یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں تو اسی کتاب و سنت میں اسی جیسی دوسری نصوص بھی ہیں جو اصل مقصود کی تائید کرتی ہیں (اور اللہ تعالیٰ کا مخلوق کی طرح نزول اور فوق و مکان اور ید و عین سے پاک ہونا بتلاتی ہیں) لہذا اب اس کے سوا کچھ چارہ نہیں کہ سلف صالحین کی طرح یوں کہا جائے کہ ہم ان متشابہات کے ظاہر پر ایمان لاتے ہیں اور مراد کے علم کو اللہ ورسول جل جلالہ و ﷺ کے حوالے کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کے عیوب سے پاک بھی سمجھتے ہیں۔ پیشوایانِ سلف اسی راستے پر چلتے رہے۔(36)

(2) شانِ رسالت:

نبی کریم ﷺ کو بہت بڑی شان والا جانو۔ خالق و مخلوق کے درمیان آپ واسطہ بھی ہیں اور وسیلہ بھی۔ آپ ہی نے خالق و مخلوق کا فرق واضح فرمایاہے۔ آپ اللہ کے خاص بندے، اللہ کے محبوب اور اللہ کے رسول ہیں۔ آپ تمام مخلوق میں سب سے کامل اور تمام پیغمبروں میں سب سے افضل ہیں۔ آپ اللہ کی راہ دکھانے اور اللہ کی طرف بلانے والے ہیں، اور آپ ہی سب کے لیے بارگاہِ رحمانی کا دروازہ اور بارگاہِ صمدیت کا وسیلہ ہیں۔ خوب جان لو کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی نبوت، وفات کے بعد بھی اسی طرح باقی ہے جس طرح حیات میں باقی تھی۔ تمام مخلوق قیامت تک آپ کی ہی شریعت کے مکلف ہیں اور آپ کا معجزہ قرآن کریم ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ جس نے نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیثوں کو رَد کیاگویا اُس نے کلام اللہ کو رَد کیا۔ (37)

(3)شان صحابہ:

صحابۂ کرام میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق، پھر حضرت عمر فاروق، پھر حضرت عثمان ذوالنورین، پھر حضرت علی مرتضیٰ ہیں۔ تمام صحابہ کرام ہدایت پر ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

نبی کریم ﷺ کا ارشادمبارک ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانندہیں۔ تم اُن میں سے جس کسی کی بھی تابع داری کرلوگے ہدایت پالوگے۔

صحابہ کرام(رضی اللہ عنہم)سے محبت رکھو۔ اُن کے ذکر وتذکرے سے برکت حاصل کرو، اوراُن جیسے اخلاق اپنے اندرپیداکرنے کی کوشش کرو۔ (38)

(4)شان اہل بیت:

دوستو!اپنے دلوں کو نبی کریم ﷺ کی آل واولاد کی محبت سے بھی روشن کرو، کیوں کہ یہ نفوس قدسیہ جود کے چمکتے ہوئے انوار اور سعادت کے منور آفتاب ہیں۔

رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے اہل بیت کے تعلق سے اللہ سے ڈرو، اور اُن کے حقوق ادا کرو۔

اہل بیت کو اپنے سے مقدم رکھو۔ خود اُن سے مقدم نہ رہو۔

اُن کی مدد کرو، اُن کی تعظیم کرو، اُن کا ادب کرو، اُس کی برکتیں تمہارے اُوپر برسیں گی۔(39)

(5) شان اولیا:

اولیاء اللہ کے دامن سے چمٹ جاو۔ اولیاء اللہ پر نہ کوئی خطرہ ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ولی وہ ہے جو اللہ سے محبت رکھتا ہے، لہٰذا جس کو اللہ سے محبت ہو اُس سے دشمنی نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو بھی شخص میرے کسی ولی/دوست کو تکلیف دے گا میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں، گویا جو اولیاء اللہ کو تکلیف دیتا ہے اللہ اُس سے انتقام لیتا ہے اور جو اولیاء اللہ سے محبت کرتا ہے اللہ اُس کی حفاظت فرماتا ہے۔

اس لیے تم بھی اولیاء اللہ کی محبت کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ اُن کا قرب حاصل کرو۔ اُن کے ساتھ اپنے اعتقاد مضبوط رکھو۔ اُن کی وجہ سے تمھیں برکت اور سعادت ملے گی۔(40)

(6) اتباع سنت

خدا کی قسم روے زمین پر کوئی بھی عقل والا جسے برے بھلے کی کچھ تمیز ہو ،ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں یہ اعتقاد اور دماغ میں اس بات کا یقین نہ ہو کہ عبادت کی جو صورت، رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائی ہے اور عادت کی جو شان آپ ﷺ نے اختیار فرمائی ہے وہی پسندیدہ اور بہتر اور کامل حالت ہے ،اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اور مخلوق کے نزدیک بھی اور یہی وہ آداب ہیں جو خالق کے نزدیک مقبول اور مخلوق کے نزدیک محبوب ہیں، دل کو اطمنان اور نفس کو سکون ان ہی سے ہوتا ہے کیا نشہ میں مست ہونے والے اور ہوش والے، چوری کرنے والے اور امانت والے ، جھوٹ بولنے والے اورسچ بولنے والے، زناکار اور عفت وعصمت والے ، تکبر، مکرو فریب کرنے والے اور تواضع وسخاوت کرنے والے، ظلم کرنے

والے اور انصاف کرنے والے، جھوٹا دعویٰ کرنے والے اور سچا دعویٰ کرنے والے، ستم کرنے والے، سختی کرنے والے اور رحم کرنے والے، عبادت کرنے والے اور سونے والے، عقل والے اور پریشان خیال والے، نیک کام کرنے والے اور برا کام کرنے والے، کافر اور مومن کی حالت میں انسانی عقل کچھ فرق نہیں سمجھتی، یقیناً سمجھتی ہے، جس کا انکار نہیں ہو سکتا، اب دیکھو! حضور ﷺ نے جن باتوں کا حکم دیا اور جن عادات کو اختیار فرمایا ہے وہی سب سے اچھی ہے یا نہیں۔(41)

(7) علما کی صحبت:

علما سے میل جول ختم نہ کرو۔ اُن کی مجلسوں میں بیٹھا کرو۔ اُن سے علم حاصل کرو، اور یہ مت کہو کہ فلاں عالم بے عمل ہے۔ تم

اس سے علم کی باتیں لے لو، اور خود اُن پر عمل کرو، اوراُس کو اوراُس کے عمل کو اللہ رب العزت کے حوالے کردو۔ (42)

(8) مسلمانوں کو نصیحت:

عزیز من! شریعت کی پابندی لازم پکڑلو۔ ظاہری احکام میں بھی اور باطنی احکام میں بھی، اور اپنے دل کو اللہ کی یاد سے غافل کردینے والی چیزوں سے بچاؤ۔ درویشوں اور غریبوں کی خدمت کو لازم جانواور نیک کاموں میں ہمیشہ جلدی کرو۔

سستی اور کاہلی سے بہر حال بچو۔ اللہ رب العزت کی مرضی پر ہمیشہ جمے رہو۔ اپنے آپ کو رات میں عبادت کا عادی بناو۔ ریاکاری سے دور بھاگو۔ خلوت اور جلوت ہر جگہ اپنے گناہوں پر آنسو بہاؤ۔ (43)

(9) موت کو یاد رکھنے کی تاکید

خبردار! موت کو نہ بھولنا کیوں کہ یہ بھول غفلت سے پیدا ہوتی ہے، اور غفلت اللہ کو کم یاد کرنے سے اور ذکر اللہ کی کمی ایمان کی کمی سے ہوتی ہے، اور قلت ایمان کی جڑ جہل ہے اور جہل گم رہی ہے۔ بعض آسمانی کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: اے ابن آدم! تو میری دی ہوئی عافیت کے ذریعہ سے میری طاعت پر قادر ہوا اور میری توفیق سے تو نے میرا فرض ادا کیا، بتلا! تو نے کیا کمال کیا، میرا رزق کھا کر میری نافرمانی میں زور دکھانے لگا، سوچ کہ شرم وحیا بھی کوئی چیز ہے، میری مشیت سے تو جو کچھ چاہے اپنے نفس کے لیے چاہ سکتا ہے اگر میری مشیت، امداد نہ کرے تو، تو کچھ بھی نہیں چاہ سکتا، اب سمجھ کہ تو میری مشیت سے میری نا فرمانی ہی میں مدد لینا چاہتا ہے، یہ کتنی بڑی بے حیائی ہے۔ تو میری نعمت ہی سے کھڑا ہوتا، بیٹھتا، لیٹتا ہے، میرے ہی دامن میں صبح کرتا اور شام کرتا

ہے، میرے ہی فضل سے جیتا اور سر سے پیر تک میری نعمت میں غرق ہو کر چلتا پھرتا ہے اور میری دی ہوئی صحت وعافیت ہی کی وجہ سے تو خوبصورت بنا ہوا ہے۔اس پر بھی تیری حالت یہ ہے کہ مجھے بھولتا ہے دوسروں کو یاد کرتا ہے اور میرا شکریہ ادا نہیں کرتا ، مخلوق کے شکریہ میں ہر وقت بچھا جاتا ہے۔(44)

(10) خوف خدا کا درس

خوف خدا کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ پاک کا فرمان ہے: اے ابن آدم ! موت تیرے چھپے ہو ئے بھیدوں کو ظاہر کر دے گی، قیامت تیری ساری حرکتوں کو آشکار کر دے گی اور عذابِ جہنم تیرے پردوں کو توڑ دے گا۔پس یہ خیال نہ کرنا کہ تیری یہ بے حیائی اور نا انصافی چھپی رہے گی۔

ایک دن تمام مخلوق کے سامنے تیرا معاملہ ظاہر ہو گا کہ اللہ نے تیرے ساتھ کیا کیا اور تو نے اس کے ساتھ کیا کیا۔ہوش سے کام لے، بے ہوش نہ بن، جب تو کوئی چھوٹا گناہ کرے تو اس کے چھوٹا ہونے پر نظر نہ کر بلکہ اس کو دیکھ جس کی تو نافرمانی کر رہا ہے اور جب تجھے تھوڑا سا رزق ملے تو اس کے تھوڑا ہونے کو نہ دیکھ بلکہ اسے دیکھ جس نے تجھے رزق دیا ہے۔

چھوٹے گناہ کو حقیر نہ سمجھ کیوں کہ تجھے خبر نہیں کہ کس گناہ سے تو میرا نا فرمان بن جائے گا، ممکن ہے کسی وقت دریاے رحمت جوش میں ہو تو، تیرے بڑے سے بڑے گناہ پر بھی مواخذہ نہ ہو اور کسی وقت عدل وانصاف کی ہوا چل رہی ہو تو تیرے چھوٹے گناہ پر بھی گرفت ہو جائے۔میرے خفیہ قہر سے بے فکر نہ ہو کیوں کہ وہ تجھ پر اس چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے جو اندھیری رات میں پتھر پر چل رہی ہو۔(45)

(11)غضب الٰہی سے بچنے کی نصیحت

غضب خداوندی سے بچنے کی نصیحت فرماتے ہوئے اللہ پاک کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اے ابن آدم ! کیا تو نے میری نافرمانی کرتے ہوئے میرے غضب کو بھی یاد کیا ہے۔اگر اس کو یاد کر لیتا تو میری نافرمانی کی جرأت تجھے نہ ہوتی۔ اللّٰھم غشنی برحمتک وجنبنی عذابک۔یا اللہ ڈھانپ لے مجھے اپنی رحمت میں اور بچالے مجھے اپنے عذاب سے۔(46)

(12)تصوف کی حقیقت

تصوف کے مینار کو بلند کرو، تصوف نام ہے ترک اختیار کا(کہ بندہ اپنی تجویز و ارادہ رضائے حق میں فنا کر دے)عبودیت کے راستے کو مضبوطی سے پکڑے رہو، جس کی حقیقت ہے دنیا کو چھوڑ دینا، دعویٰ نہ کرنا، مشقت برداشت کرنا، مولا سے محبت کرنا، قرب کے راستے سنوارتے رہو جس کی

حقیقت اللہ کے سوا ہر چیز سے الگ ہو جانا ہے۔ صدق سے آراستہ ہو جاؤ، جس کی حقیقت ظاہر و باطن کی باہم موافقت ہے۔ نعمت عافیت کی بڑی قدر کرو، جس کی حقیقت یہ ہے کہ سانس بدون تکلیف کے آتا رہے، رزق بغیر مشقت کے ملتا رہے اور عمل صالح بغیر ریا کے ہوتا رہے۔ استقامت کی حد پر ٹھہرے رہو اور استقامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کو ترجیح نہ دے۔

حلال رزق تلاش کرو اور حلال وہ ہے جس کے کھانے والے کو دنیا میں تاوان نہ دینا پڑے اور آخرت میں اس کی وجہ سے مواخذہ نہ ہو۔ طاعت کے راستے پر سیدھے جمے رہو اور طاعت یہ ہے کہ تمام اقوال و افعال و احوال میں اللہ کی رضا طلب کرے، صبر کے دستے کو پکڑے رہو اور صبر یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر جمائے رکھے۔ عزلت و خلوت کو پاکیزہ بناؤ اور ان کی حقیقت یہ ہے کہ اہل دنیا سے دور رہے یعنی ان سے طمع نہ رکھے اور لوگوں سے ملنا چھوڑ دے یعنی دل ان کے ساتھ مشغول نہ ہو اگرچہ بظاہر ان کے درمیان ہی بیٹھا ہو۔(47)

(13) صوفیہ کی اقسام

بزرگو! اس جماعت صوفیہ کی تمام حالتیں اول سے آخر تک چار درجوں میں منقسم ہیں۔

صوفیہ کا پہلا درجہ یہ ہے کہ ایک شخص مرشد کا طالب اس لیے ہوا کہ عام لوگوں کو صوفیہ کی طرف مائل دیکھا تو اس نے بھی عام لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا، اور خانقاہ سے اور اپنی جماعت اور شان سے خوش ہونے لگا۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ ایک شخص نے مرشد کی تلاش اس لیے کی کہ اس کو جماعت کے ساتھ نیک گمان ہے، وہ ان سے محبت کرتا ہے اور ان کے طریقے سے بھی اور جتنی باتیں ان سے منقول ہیں ان کو تہ دل سے پاکیزہ اور سچے اعتقاد سے قبول کرتا ہے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ مرشد تلاش کرنے کے بعد اس نے مقامات میں چلنا شروع کیا، گھاٹیوں کو طے کیا اور اس راستے کے بلند درجوں پر پہنچ گیا، مگر

کسی وقت حق تعالیٰ کا یہ ارشاد "سنریهم آیتنا فی الآفاق و فی انفسهم" (ہم اپنی نشانیاں اطراف عالم میں اور خود ان کی جانوں میں ان کو دکھلائیں گے) سن کر ٹھہر گیا۔ اب کبھی تو مخلوق کو خدائی شان سمجھ کر اس کے مشاہدے میں پڑ گیا اور ایسا مشغول ہوا کہ اس (خالق) سے بھی غافل ہو گیا جس نے یہ نشان دکھایا تھا، اور کبھی اپنے نفس پر یہ سمجھ کر نظر کرنے لگا کہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا نشان قدرت و حکمت دکھایا ہے، اور اس میں پڑ کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو گیا اور یہ مقام مقام ادلال و ناز ہے اسی سے شطحیات اور حد سے تجاوز پیدا ہوتا ہے اور اونچے درجات میں پہنچنے کا اظہار اور شاہی حالت اور قول و فعل اور طاقت و قوت کا اظہار ہوتا ہے۔

اور چوتھا درجہ یہ ہے کہ آدمی ہر قول و فعل اور ہر حالت و عادات میں رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا بلند کرتا ہو اور دربار الٰہی میں ذلت کے ساتھ اپنی پیشانی کو بچھاتا ہوا راستہ طے کرے اور ہر چیز کے سر پر "کل شیئ هالك الا وجهه" (یعنی خدا کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے) کا مشاہدہ کرتا

ہے اور مخلوق میں ہر ذرے کی پیشانی پر "الا لہ الخلق والامر" (یعنی سن لو اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے اور اسی کا حکم چلنے والا ہے۔) لکھا ہوا پاتا ہے، اپنی حد پر ٹھہرا ہوا رہتا ہے۔ اور ادب کی زمین پر اپنا رخسار لگائے رہتا ہے اور نشان ہائے قدرت کی گھاٹیوں پر درمیان سلوک میں گذرتا ہے تو ان سے ہٹ کر معبود کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

پس پہلے درجے والا تو محجوب اور محروم ہے۔

دوسرے درجے والا محب وعاشق ہے۔

تیسرے درجے والا راستہ طے کرنے میں مشغول ہے (ابھی مقصود تک نہیں پہنچا ہے)۔

اور چوتھے درجے والا کامل ہے پھر ان سب درجوں میں اور بھی بہت سے درجے ہیں جو عارف کو انسان کی حالت میں غور کرنے سے معلوم ہو جاتے ہیں۔ (48)

(15) راہِ صوفیہ و علما کی انتہا

صوفیہ کے راستے کی انتہا وہی ہے جو علما کے راستے کی انتہا ہے اور علما کے راستے کی انتہا وہی ہے جو صوفیہ کے راستے کی انتہا ہے۔ جن گھاٹیوں میں پھنس کر علما مقصود کی طلب سے رہ جاتے ہیں انھیں گھاٹیوں میں صوفیہ بھی اپنے سلوک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ (دونوں کو مقصود سے روکنے والی ایک ہی چیز ہے یعنی غرض نفسانی اور حب دنیا وحب جاہ۔ اور دونوں کو مقصود تک پہنچانے والی بھی ایک ہی چیز ہے اخلاص اور ماسوائے حق سے رخ پھیر لینا)

طریقت عین شریعت ہے اور شریعت عین طریقت ہے دونوں میں صرف لفظی فرق ہے اصل اور مقصود و نتیجہ دونوں کا ایک ہے۔ میرے نزدیک جو صوفی عالم کی حالت کا انکار کرے اس کو برا کہے یقیناً مبتلائے قہر ہے اور جو فقیہ صوفی کی حالت کا انکار کرے اس کو برا کہے وہ راندۂ درگاہ ہے۔(49)

(15) اسلام کو صوفیہ وعلما کی ضرورت

عزیز من! ان مسکین صوفیہ سے جو حجاب میں پڑے ہوئے ہیں، کہو کہ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ تمھارے شہروں میں ایسے علما موجود رہیں جو بے دینوں، بد مذہبوں اور گم راہوں کے شبہات کا روشن دلیلوں سے جوابات دیتے رہیں؟ اور اگر نہیں چاہتے ہو تو یہ تمھاری جہالت و حماقت ہے اور اگر چاہتے ہو تو علما کی ضرورت کو تم نے تسلیم کر لیا پھر ان کی مخالفت اور ان پر اعتراض کیوں کرتے ہو؟

اسی طرح ان غریب علما سے بھی پوچھو جو حجاب میں پڑے ہوئے ہیں کہ کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ تمھارے شہروں میں ایسے لوگ رہیں جو زبردست کرامتوں سے منکروں، گم راہوں، اسلام کے مخالفوں اور معاندوں کو دبا کر مغلوب کر دیں جن کو دیکھ کر مخالفین اسلام خود ہی بول اٹھیں کہ واقعی اسلام سچا مذہب ہے اور بحث و تکرار کی نوبت ہی نہ آئے۔ کیا تمھارا دل یہ چاہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی روحانی زبان کا سلسلہ بند ہو جائے؟ اور کیا تمھارے

نفس یہ خواہش کرتے ہیں کہ معجزات نبوی ﷺ کی سلطنت جاتی رہے؟ اگر تمھاری یہی تمنا ہے تو اپنے ایمان کی خیر مناؤ۔ اور اگر نہیں تو بتاؤ کہ رسول اللہ ﷺ کا روحانی ترجمان کون ہے؟ اور حضور ﷺ کے معجزات کا نمونہ کس کے پاس ہے؟ تمھارے پاس یا صوفیہ کے پاس؟ اور یہ نہ رہے تو رسول اللہ ﷺ کے روحانی و باطنی کمالات کا نمونہ دنیا کو کون دکھائے گا؟(50)

بعض قیمتی ارشادات

(1) جو اپنے اوپر غیر ضروری باتوں کو لازم کرتا ہے وہ ضروری باتوں کو بھی ضائع کر دیتا ہے۔

(2) مخلوق کو اپنے ترازو میں مت تولو بلکہ اپنے آپ کو مومنین کے ترازو میں تولو تاکہ تم ان کی فضیلت اور اپنی مُحتاجی جان سکو۔

(3) جو شخص یہ خیال کرے کہ اس کے اعمال اسے رَبِّ قدیر تک پہنچادیں گے تو اس نے اپنا راستہ کھو دیا۔ (اپنے اعمال کی بجائے رحمتِ الٰہی پر نظر کرے۔)

(4) اللہ سے وہی اُنسیت رکھ سکتا ہے جو کامل درجہ کی طہارت رکھتا ہو۔

(5) اللہ غوث و قطب کو غیبوں پر مطّلع فرمادیتا ہے پس جو بھی درخت اُگتا ہے اور پتّا سرسبز ہوتا ہے تو وہ سب جان لیتے ہیں۔

(6) جو اللہ پر توکُّل کرتا ہے اللہ اس کے دل میں حکمت داخل فرماتا ہے اور ہر مشکل گھڑی میں اسے کافی ہو جاتا ہے۔

(7) کتنے ہی خوش ہونے والے ایسے ہیں کہ ان کی خوشی ان کے لیے مصیبت بن جاتی ہے اور کتنے ہی غم گین ایسے ہیں کہ ان کا غم ان کے لیے باعثِ نجات بن جاتا ہے۔

(8) افسوس ہے ایسے شخص پر جو دنیا مل جانے پر اس میں مشغول ہو جاتا ہے اور چھن جانے پر حسرت کرتا ہے۔

(9) اللہ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اولیاءُاللہ کے علاوہ تمام مخلوق سے وحشت ہو کیوں کہ اولیا سے محبت اللہ سے محبت ہے۔

(10) ہمارا طریقہ تین چیزوں پر مشتمل ہے: نہ تو کسی سے مانگو، نہ کسی سائل کو منع کرو اور نہ ہی کچھ جمع کرو۔

(11) مرید کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ بات یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کے لیے رخصت اور تاویلات قبول کرنے میں چشم پوشی سے کام لے۔(51)

وصال پر ملال:

آپ کا وصال 66 سال کی عمر میں بروز جمعرات ۲۲ جمادی الاولی ۵۷۸ھ مطابق 13 ستمبر 1182ء بوقتِ ظہر عراق کے مقام ام عبیدہ میں ہوا اور وہیں اپنے دادا شیخ یحییٰ بخاری کے گنبد تلے ہوئے۔ آپ کا مزر مبارک زیارت گاہِ ہر خاص وعام ہے۔ (52)

اخیر میں بارگاہ قاضی الحاجات میں دعا گو ہوں کہ مولاے پاک اپنے محبوب پاک، صاحب لولاک، سیاح افلاک ﷺ کے صدقے و طفیل حضرت امام رفاعی کے مرقد منور پہ رحمت و انوار کی بارشیں برسائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کی یاد منانے اور ان کے نام نذر و نیاز کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی بھی توفیق خیر مرحمت فرمائے۔

آمین۔ یا رب العالمین۔

مصادرومراجع

(1) الشرف المحتم،للامام جلال الدین السیوطی،ص:10

(2) سیرت سلطان الاولیاء،للعلامہ عبد اللہ الرفاعی،ص:200

(3) ایضاً

(4) فتاویٰ رضویہ،ج:21،ص:550ملخصًا

(5) قلائدالجواہر،ص:289

(6) سیرت سلطان الاولیا،ص:24

(7) https://en.m.wikippedia.org/wiki/Al-Rifai

(8) سیرت سلطان الولیا،ص:24

(9) https://en.m.wikippedia.org/wiki/Al-Rifai

(10) سیرت سلطان الاولیا،ص:45

(11) https://en.m.wikippedia.org/wiki/Al-Rifai

(12) سیرت سلطان الاولیا، ص:47

(13) https://en.m.wikippedia.org/wiki/Al-Rifai

(14) الطبقات الکبریٰ للامام الشعرانی، ص:294

(15) مناقب الاقطاب الاربعۃ، للامام یونس بن ابراہیم السامرائی، ص:38

(16) ایضاً

(17) ایضاً

(18) ایضاً

(19) سیرت سلطان الاولیاء ، ص:69 ملخصًا

(20) طبقات کبریٰ، ص: 294-300

(21) https://en.m.wikippedia.org/wiki/Al-
Rifai

(22) طبقات الصوفیۃ للمناوی ، ج:2، ص:225

(23) سیر اعلام النبلاء، ج:15، ص: 319

(24) الطبقات الکبریٰ، ص:295

(25) ایضاً

(26) سیرت سلطان الاولیا، ص:70

(27) ایضاً، ص:80

(28) الشرف المحتم، للسیوطی، ص:5

(29) ایضاً، ص:6

(30) ایضاً، ص:7

(31) ایضاً، ص:8

(32) خزینۃ الاصفیاء، ج:1، ص:170،169

(33) جامع کرامات الاولیاء، ج:1، ص:493 و خزینۃ الاصفیاء، ج:1، ص:172

(34) ایضاً

(35) ایضاً

(36) البرھان المؤید، للامام الرفاعی، ص:33

(37) ایضاً، ص:37

(38) ایضاً، ص:38

(39) ایضاً، ص:39

(40) ایضاً، ص:40

(41) ایضاً، ص:153

(42) ایضاً، ص:155

(43) ایضاً، ص:156

(44) ایضاً، ص:155

(45) ایضاً، ص:157

(46) ایضاً، ص:155

(47) ایضاً، ص:188

(48) ایضاً، ص:197

(49) ایضاً، ص:200

(50) ایضاً، ص:202

(51) طبقاتِ صوفیہ مناوی، ج:2، ص:221-227 ملخصًا

(52) سیرت سلطان العارفین، ص:74،73